علامہ اقبال کی فارسی شاعری کا ادبی جائزہ

آصف علی احمد

ریسرچ اسکالر، شعبہ فارسی،

یونیورسٹی آف کشمیر، سری نگر

تلخیص:

علامہ اقبالؒ ان برجستہ ترین اور عظیم ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ آپؒ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے ہندوستان کی سرزمین سے نکل کر مغربی تہذیب میں رہ کر اہل مغرب کی تہذیب وتمدن کے تجزیہ وتحلیل اور ان کے خطرناک نتائج سے اپنی قوم اور ملت کو بیدار کرنے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ آپؒ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے اردو اور فارسی شاعروں میں بہت بلند اور اعلیٰ مرتبے کے حامل ہیں۔ آپؒ کی شخصیت تخیل کی عظمت، نظر کی وسعت، فکر کی رفعت اور ترجمانی حقیقت ومعرفت کے اعتبار سے لاثانی و بے مثال ہے۔ آپؒ نہ فقط ایک شاعر تھے بلکہ ایک عظیم فلسفی، مفکر اور سیاستدان بھی تھے۔ آپؒ اس جہان میں مختلف القابات جیسے شاعر مشرق، حکیم الامت، مصور پاکستان، علامہ، سر اور مفکر اسلام سے معروف ہیں۔ جنھوں نے اپنے تخیلات اور افکار کو ذریعہ بلاغت بنا کر اس خواب غفلت میں محو ملت اور قوم کو بیدار کرنے کے لیے اپنی مساعی جمیلہ کے ذریعے ایک تحریک پیدا کی۔ آپؒ اپنے روحانی مرشد جلال الدین رومیؒ کی طرح اسرار حیات کیرمز شناس بھی تھے۔ آپؒ نیا پنے متقدمین کے افکار اور تخیلات کو اپنی شاعری میں سمودیا اور عصر رواں کے فتنہ کا مقابلہ کیا۔ آپؒ نیا پنی شاعری میں مختلف اور دقیق موضوعات اور اسلامی عقائد جیسے انسان کی تخلیق کے مقاصد، فلسفہ خودی، انسان کی عظمت ومقام،

مسلمان عورتوں کی عظمت، وحدت الوجود، وحدت الشھود اور عشق ومحبت رسولؐ کے ساتھ ساتھ سیاسی، سماجی اور اجتماعی مسائل کو بھی نہایت ہی مدلل طریقے سے رقم کیا ہے۔ اسلامی طرز وطریق کے ساتھ اپنی قوم اور ملت کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ آپؒ کی منظوم اور منثور تخلیقات میں فارسی تخلیقات اردو کی بنسبت زیادہ ہیں جن تقریباً دو تہائی حصہ فارسی میں اور ایک تہائی حصہ اردو میں تحریر کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: مقصد تخلیق آدم، مرتبہ انسان، عظمت خواتین، فلسفہ خودی، مغربی تہذیب، پیغام اقبالؒ، اقوام مشرق

علامہ اقبال ہندوستان کی ریاست پنجاب کی سرزمین سیالکوٹ (موجودہ پاکستان) میں ۹ نومبر ۱۸۷۷ عیسوی کو شیخ نور محمد کے گھر میں پیدا ہوئے۔ شیخ نور محمد جو ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے علامہ اقبالؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی کی اس کے بعد ایک مدرسے میں سید میر حسن کی شاگردی میں بھیجا وہاں علامہؒ نے سید میر حسن سے فارسی اور عربی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامیات اور حکمت کے درس نے علامہ اقبالؒ کے علم وادب میں گراں بہا اضافہ کیا، جس کی تابنا کیوں سے سارا جہان روشن ومنور ہوگیا۔ علامہ اقبال بچپن سے ہی علم وفراست کے مالک اور حاضر جواب تھے۔ ایک دن اسکول میں استاد نے تاخیر کی وجہ دریافت کرنا چاہی تو علامہؒ نے جواب دیا کہ ''اقبال دیر ہی میں آتا ہے''۔(۱)

علامہ اقبالؒ نے مذہبی تعلیم کے علاوہ انگریزی تعلیم میں میونچ یونیورسٹی (جرمنی) سے ''ایران کے فلسفہ مابعد الطبعیات'' مقالہ پر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ انگلستان میں اس مقالہ کی اشاعت کے بعد علامہؒ کی قابلیت کو دیکھ کر پروفیسر آرنلڈ نے لنڈن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر کی حیثیت سے مقرر کیے اس کے بعد ہندوستان آئے تو اورینٹل کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے لیکن آپ نے پروفیسری ترک کردی اور بیریسٹری میں لگ گئے۔ اس کے بعد سیاست میں بھی کافی حد تک حصہ لیتے رہے۔ ۲۳ نومبر ۱۹۲۶ عیسوی میں لیجسلیٹیو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۰ عیسوی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ کی صدارت کی، اس کے بعد مسلم کانفرنس کے صدر بنے اور ۱۹۳۱ عیسوی میں دوسری رونڈ ٹیبل کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے انگلسان گئے

اور واپسی پر مصر اور روم کیسفر میں مختلف سیاسی انجمنون میں لکچر دیے۔اسی طرح ہندوستان میں بھی مختلف مقامات پر سیاست میں مشغول ہوتے رہے۔آخر میں بریسٹری کا امتحان بھی پاس کرنے کے بعد وکالت اختیار کی اور آخری عمر میں وکالت بھی ترک کر دی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔اس کے بعد علامہؒ تین سال کی علالت کے بعد ۶۵ سال تک علم وادب کے شائقین کے لیے ضوفشانی کر کے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸عیسوی کو صبح پانچ بجے روح اس قفس عنصری سے پرواز کر گی،اس طرح اس جہان میں اپنے چاہنے والوں کو داغ مفارقت دے کر علم وادب کا یہ درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا اور پنے مالک حقیقی سے جاملا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ادبی کارنامے:

علامہ اقبالؒ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کو دنیا نہ فقط ایک شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے بلکہ ایک مفکر اسلام،فلسفی،سیاستدان،اور ترجمان حقیقت ومعرفت ان سے بڑھ کر ایک عاشق رسولؐ کی حیثیت سے بھی جانتی ہے۔آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں بلکہ خود آپ کے علمی اور ادبی کارنامے آپ کی پہچان ہیں۔آپ نے اپنے فکر وفن کا سحر آفرین اظہار فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں بالخصوص اپنے تفکرات اور تخیلات کو اس شریں اور دلکش زبان (فارسی) میں نہایت جامع انداز میں فارسی زبان پیش میں کیا ہے۔آپؒ کا فلسفہ کلام نہ صرف فلسفہ حیات کی مکمل تفسیر ہے، بلکہ آپ کے جمالیاتی ذوق کی بھی پوری طرح عکاسی کرتا ہے،آپؒ کی شاعری میں خودی، عشق،فقر،عظمت انسانی، مذہب وسیاست،تصوف، جبر وقدر، اپنی قوم وملت کی بیداری جیسے اہم مضامین ہیں۔آپ نے اپنی شاعری میں مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی اور باباطاہر عریاں کی رباعیات کی پیروی کی ہے۔علامہ اقبال کی تخلیقات کے نام اس طرح ہیں۔

بانگ درا،ضرب کلیم،بال جبرئیل اردو زبان میں تحریر کی ہیں اور فارسی اصناف سخن میں زیادہ کمال دکھایا ہے۔فارسی تخلیقات میں پیام مشرق، ارمغان حجاز، زبور عجم،پس چہ باید کرد ای اقوام شرق،اسرار خودی،رموز بیخودی، جاوید نامہ قابل ذکر ہیں،جن کو میں الگ الگ اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی سعی کروں گا۔

۱۔مثنوی اسرار خودی ۱۹۵۱عیسوی میں شائع ہوئی جو یورپ اور امریکہ میں اقبال کی شہرت کا باعث

بنی۔ ڈاکٹر نکلسن نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا ہے اس کتاب پر بہت سے خیالات صرف کیے گئے۔ جس کی وجہ سے یورپ اور امریکہ کو اقبال کے افکار سے آشنائی کے مواقع فراہم ہوئے۔ اس مثنوی میں علامہ اقبال نے ایک ضابطہ حیات، فلسفہ وحدت الوجود اور فلسفہ خودی کو نہائت ہی دلنشین، مفسرانہ اور مفکرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ جو ایک شاعر کے انداز فکر سے بالکل الگ اور جدا ہے، شاعر کی فکر میں یہ ترتیب، با قاعدگی اور استدلالی شان کہاں ہوتی ہے جیسے علامہؒ نے اپنے کلام میں قرآن و احادیث کی آیات و دلائل سے مختلف دقیق موضوعات کو بیان کیا ہے۔ یوں تو اقبال کے کلام میں فلسفیانہ کلام کی اس قدر بہتات ہے کہ شاید کسی دوسرے شاعر کہ یہاں ہو۔ یہی وہ واحد شخصیت ہے جس نے جمال الدین افغانی کے بعد سرزمین پنجاب سے اٹھ کر اپنی قوم کو بیدار کیا اور جس نے سب سے پہلے خودی کے مفہوم کو شاعرانہ انداز میں اس طرح واضح کیا۔

یہ موج نفس کیا ہے؟ تلوار ہے — خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے؟ راز درون حیات — خودی کیا ہے؟ بیداری کائنات
اندھیرے اجالے میں ہے تابناک — من وتو میں پیدا، من وتو سے پاک
ازل اس کے پیچھے، ابد سامنے — نہ حد اس کے پیچھے، نہ حد سامنے
سفر کا آغاز وانجام ہے — یہی اس کی تقویم کا راز ہے

(بال جبرئیل، ساقی نامہ)

اس مثنوی میں خودی کی حقیقت اور اس کے مبادیات سے بحث کی گئی ہے دو حصوں پر مشتمل یہ مثنوی جس کے پہلے حصے میں خودی اور دوسرے حصے میں اسلامی اخلاقیات کے عام اصولوں کو تفسیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فلسفہ کے بنیادی اصول اسرار خودی اور رموز بیخودی میں بیان فرماتے ہیں کہ خودی ایک نظام عالم ہے، خودی نہ ہو تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے، جیسا کہ اشعار میں بیان کیا ہے۔

پیکر ہستی ز آثار خودی است — ہر چہ می بینی ز اسرار خودی است
بہر یک گل خون صد گلشن کند — از پئے یک نغمہ صد شیون کند
عذر این اسراف و این سنگین دلی — خلق و تکمیل جمال معنوی

سوز پیہم قسمت پروانہ ہا　　شمع عذر محنت پروانہ ہا

خامہ او نقش صد امروز بست　　تا بیارد صبح فردائی بدست

شعلہ ہای او صد ابراہیم سوخت　　تا چراغ یک محمد برفروخت

کائنات کی تخلیق اسی نہج پر رکھی گئی ہے کہ اس جہاں میں ہر جگہ خصومت اور خونریزی نظر آتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ فطرت ہر وقت غارت گری اور تباہ کاری پر کمر بستہ ہے لیکن اس خونریزی سے جمال معنوی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ انسان کی فطرت مالک ہر دو جہاں نے یہ خوبی رکھی ہے جس سے ترقی کی منازل طے کرتا ہے اور ہر وقت اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وہ اس سرزمین پر فتنے اور جنگ و جدل میں مصروف رہتا ہے، یہاں تک کہ کئی بے گناہ جانوں کا خون کر دیتا ہے، کئی بستیوں اور کئی باغوں کی رونق کو پائمال کر دیتا ہے اور خود سرور حاصل کرتا ہے اس طرح انسان اپنی فطرت پر کمر بستہ ہوتا ہے جو اس میں ودیعت کی گئی ہے تاکہ جمال معنوی کی تکمیل ہو سکے۔ جس طرح انسان تھوڑی سی مشک کی خاطر بہت سی ہرنوں کا پیٹ بلا تامل چاک کر دیتا ہے، گلدستہ بنانے کے لیے بہت سے درختوں سے پھول چرا کر بیرونق کر دیتا ہے، ایک طالب علم اپنی ہزار راتوں کی نیند کو قربان کر کے ڈگری حاصل کرتا ہے۔ یہ سب اسی خودی کا کمال ہے جو اللہ رب العزت نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے جو بظاہر خونریزی کرتی ہے لیکن حقیقت میں جمال و کمال اسی خودی سے حاصل ہوتے ہیں۔ خودی عشق و محبت سے استحکام پاتی ہے۔ خودی ہی کے ذریعے انسان کے اندر کائنات کے فتح کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس ہی سے انسان خود شناس اور خدا شناس بنتا ہے۔

از محبت چوں خودی محکم شود　　قوتش فرماندہ عالم شود

یہ ایک ایسا جذبہ محبت ہے جو انسان کے ضمیر میں پوشیدہ ہے جس کو علامہ نے اپنے کلام میں نقطہ نور کہا ہے۔ اس کی طاقتیں اس قدر عظیم الشان ہیں کہ عقل و شعور ان کا ادراک نہیں کر سکتی، جس طرح عقل انسانی اپنی ترکیب کے لحاظ سے کل کو نہیں دیکھ سکتی وہ صرف جزئیات کا ادراک کر سکتی ہے، کل کو دیکھنے کی طاقت صرف کشف میں ہے جو عقل سے بالاتر قوت کا ادراک کر سکتی ہے اور عقل کی دسترس سے ماوری ہے، جس طرح چاند کی فطرت ہے زمین کے گرد چکر کاٹنا، زمین

کی فطرت سورج کے گرد کیونکہ سورج کی ہستی زمین سے زیادہ استوار ہے یہ سب ان کی فطرت میں ہے پانی کی فطرت بہنا، ہوا کی فطرت چلنا اور آفتاب کی فطرت چمکنا، اسی طرح اے انسان تیرے اندر اللہ رب العزت نے یہ تمام خوبیاں رکھیں ہیں تو ان تمام سے برتر ہے۔ تجھے اللہ نے تمام صلاحیت سے نوازا ہے تاکہ جس مقصد کے لیے تجھے پیدا کیا گیا ہے تو اس مقصد میں کامیابی حاصل کرے، اس طرح تو بھی اپنے مقصد کے حصول کے لیے کوشش کر، کیونکہ خودی کی زندگی اور بقا تلاش وپیہم اور سعی مسلسل پر موقوف ہے جو تیرے اندر ودیعت کی گئی ہے، اسی تلاش وجستجو کے لیے علامہ فرماتے ہیں،

زندگی در جستجو پوشیدہ است　　اصل او در آرزو پوشیدہ است

آرزو دل خود زندہ دار　　تانہ گردد مشت خاک تو مزار

ما از تخلیق آرزو زندہ ایم　　از شعاع آرزو تابندہ ایم

علامہ اقبال اس بات پر تاکید کرتے ہیں کہ اپنے اندر مقصد پیدا کرنے کی قوت پیدا کرو، کیونکہ اگر تمہارے اندر مقاصد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو آپ کا دعویٰ اسلام غلط ہے۔ جس کے اندر نصب العین کے حصول کی آرزو نہیں۔ اس میں اور حیوانات میں مطلق فرق نہیں، جس انسان کے اندر دل میں کوئی آرزو نہ ہو وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔ جس قوم میں کوئی آرزو نہیں وہ قوم مردہ ہے اگر چہ اس کی تعداد بہت زیادہ کیوں نہ ہو۔ مذکورہ بالا اشعار میں بیان کرتے ہیں کے جس قوم کے اندر کوئی آرزو نہ ہو اس جگہ علامہ اس خفتہ قوم کو بیدار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ قوم مردہ ہے اس لیے اپنے اندر کوئی مقاصد پیدا کرو تاکہ تمہیں کامیاب حاصل ہو جائے۔ انسان کو اللہ رب العزت نے کسی خاص مقصد کے لیے تخلیق کیا ہے۔ نیچے دیئے گئے شعر میں فرماتے ہیں کہ جس کہ دل میں کوئی آرزو و مقصد نہیں وہ میرے نزدیک مومن نہیں کافر ہے، ملاحظہ ہو۔

ہر کہ او را قوت تخیل نیست　　نزد ما جز کافر و زندیق نیست

علوم وفنون کی تحصیل کا مقصد یہ ہے کہ ان کی بدولت انسان اپنی خودی کی حفاظت و صیافت کا سامان مہیا کر سکے اور اپنی خودی کی استواری کو برقرار رکھ سکے اور اس خودی کے جذبہ سے اس کائنات کو مسخر کر اور اس دنیا کا غلام نہ بن بلکہ بادشاہ کی طرح حکم کر اور عشق ومحبت سے اپنے

مالک کا قرب حاصل کر کے اس کا نائب بن جا، اور پھر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

تا کجا بے غیرت دین زیستن ای مسلمان مردن است این زیستن

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ جس علم سے کوئی نفع نہ ہو اور جس علم و فن سے کوئی فائدہ نہ ہو وہ علم اور فن دونوں بیکار ہیں۔علم و فن کا مقصد محض آگاہ و واقفیت نہیں ہے بلکہ علم زندگی کی حفاظت کے لیے ایک آلہ ہے، جس سے انسان اپنی روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے حفاظت کرسکتا ہے، اس لیے تو علم سے ایسے کام انجام دینے کی سعی کریعنی جس سے دنیا فائدہ اٹھاے۔علم زندگی کا ایک بڑا سرمایہ ہے جس سے انسان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

آ گہی از علم و فن مقصود نیست غنچہ و گل از چمن مقصود نیست

علم از سامان زندگی است علم از اسباب تقویم خودی است

یورپ نے علوم و فنون کو''اپنی خودی'' کے جوہر کو چمکانے کے لیے بطور صیقل استعمال کیا، اسی علم و فن کی بدولت انہوں نے عناصر اربعہ کو اپنا محکوم بنایا، اس کے بل بوتے پر وہ آج کائنات پر حکمرانی کررہا ہے، جس طرح اہل مغرب نے علم کے ذریعے قوت حاصل کر لی ہے اور پوری دنیا پر حکمرانی کررہے ہیں اور غلام بنا کر رکھا ہے، اہل مشرق کو علم حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہیں تاکہ علم کی بدولت وہ عظیم کام انجام دیں جس سے وہ غلامی کی زندگی سے آزاد ہوجائیں۔

قوت افرنگ از علم و فن است از ہمین آتش چراغش روشن است

علامہ اقبال نے پہلے سوچ و فکر میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی کیونکہ جب تک مسلمانوں میں ذہنی انقلاب پیدا نہیں ہوگا، معاشرتی، سیاسی یا مذہبی انقلاب کبھی پیدا نہیں ہوسکتا اور ذہنی انقلاب پیدا کرنے کے لیے خواب اور لٹریچر کی جگہ زندگی اور لٹریچر ان کے سامنے پیش کیا، وہ بھی ایسا لٹریچر جو ان کی رگوں کے اندر منجمد خون کو از سر نو گرما دے اور رمز حیات سے آگاہ کردے۔ اس کے بعد علامہ اقبال نے خودی کی شرائط پیش کی جن میں پہلی اطاعت دوسری ضبط نفس اور تیسری نیابت الٰہی، ان تمام شرائط میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے بعد اپنے نفس پر قابو پانا اور اسلام پر اپنی جان نثار کرنے کا جذبہ پیدا کرنا اور آخر میں حق تعالیٰ کا نائب بن جانا کہ جس طرح قرآن میں ذکر آیا ہے۔جس قوم کے نوجوانوں کے اندر مضبوط اور بلند جذبہ ہو اس قوم کو شمشیر کی ضرورت نہیں

ہوتی کیونکہ وہ اپنے بلند جذبے سے ہی مقاصد کی تکمیل کر سکتے ہیں۔

اس قوم کو شمشیر کی ضرورت نہیں رہتی

ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد (ضرب کلیم)

اس نظم میں علامہ اقبالؒ نے اپنی قوم کے ذہن اور عقل میں انقلاب برپا کیا اور یہ بات واضح کر دی کہ جب تک انسان میں خودی زندہ نہیں تب وہ کچھ کام انجام نہیں دے سکتا۔

زبور عجم: علامہ اقبال کی اہم اور شاہکار تصنیف ہے۔ جس کو آپؒ نے تین سال میں پایہ تکمیل کو پہنچایا، علامہ اقبال نے اس قیمتی اور گراں بہا گوہر کی وجہ تسمیہ یوں کی ہے۔ زبور کے اصطلاحی معنی ہیں۔ وہ الہامی کتاب جو حضرت داودؑ پر نازل ہوئی تھی اور عارفانہ یا حکیمانہ کلام کو بھی مجازاً الہام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس کتاب میں علامہ نے اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید اور حمد و ثنا ہے یہ کتاب آپؒ نے فارسی میں لکھی ہے اس لیے اس کا نام زبور عجم رکھا ہے، یعنی زبور جو عجمی (فارسی) زبان میں ہے اس کتاب کی شروعات میں علامہ اقبالؒ نے پڑھنے والوں ''بخوانندگان کتاب زبور'' کے نام سے نصیحت کی ہے۔ علامہ نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں خدا تعالیٰ سے خطاب کیا ہے، پہلی نظم میں حمد و ثنا اور ۶۶ غزلیات اور دوسرے حصے میں انسان سے خطاب کرتے ہیں اور اس کے بعد قارئین کو اپنی شاعری سے آگاہ کیا ہے۔ زبور عجم کے ساتھ ایک اور کتاب ترتیب دی ہے جس کا نام ''گلشن راز جدید'' ہے اس کے بعد بندگی نامہ اور چار فصلیں ہیں۔ ان فصلوں میں غلامی کے مفاسد، غلاموں کے فنون لطیفہ، مردان آزاد اور غلاموں کے مذہب کی تصویر پیش کی ہے۔ زبور عجم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

اگر ہو ذوق تو پڑھ خلوت میں زبور عجم فغان نیم شبی بے نوائے راز نہیں (بال جبریل)

ان کی تمام غزلیات نغمات عشق و محبت سے سرشار ہیں اور فلسفہ وحدت الوجود کو دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب تک انسان کے دل میں سوز و گداز نہ ہو تو انسان عشق حقیقی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور وحدت الجود کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر علامہ اقبالؒ نے ارباب علم و دانش کو مشورہ دیا کہ اس کو خلوت میں پڑھا جائے کیونکہ اس کتاب میں اسرار حیات پوشیدہ ہیں۔ فلسفہ وحدت الوجود ہی اس کتاب کی روح اور جان ہے۔ اسی کتاب کی پہلی نظم میں علامہ

اقبال بیان کرتے ہیں کے جب تک انسان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہوتب تک انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا کیونکہ انسان اپنے آپ میں کمزور ہے اور جب اس کی رحمت شامل حال ہوتی ہے تو برسوں کا کام لمحوں میں انجام کو پہنچتا ہے، اوراس قوم کوحصول مقصد کے لیے کوشاں رہنے کی ترغیب کرتے ہیں۔اور عشق ومحبت اور حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

عشق شورانگیز راہر جادہ درکوے تو برد برتلاش خود چہ می نازد کہ راہ سوی تو برد۔یعنی عاشق جس طرح بھی کامیابی حاصل کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو پالیتا ہے کیونکہ وہ راستہ حق تعالیٰ کی طرف اسے لے جاتا ہے یا حق تعالیٰ خود اسے راہ دکھاتا ہے اور اسی کتاب زبورعجم میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہیں، کہ ہم کیا ہیں اور ہمارے اندر کیا ہے جس سے یہ سوز کارفرما ہے مگر ہم کس سے ملنے کے کارفرما ہیں۔علامہ نے اس کتاب میں حقیقت عشق ومراتب انسانی اور رحمت خداوندی کا شامل حال ہونا اور دیگر اسرار رموز اخلاقی اور صوفیانہ مسائل کونہایت ہی مدبرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اے انسان تو اس لیے پیدا کیا ہے کہ تو روحانیت کے درجات کو حاصل کر کے مالک کائنات کا مقرب بن کر اس جہان میں نائب حق کی حیثیت سے زندگی بسر کر اور اس دنیا کا غلام نہ بن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دنیا پر حکومت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔یہ دنیا تیری خادم ہے اس کو اپنا مقصد نہ بنا بلکہ اس پر اپنی حکومت کر۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے اشرف المخلوقات بنایا ہے تیرے اندر وہ کمالات پوشیدہ ہے جن کی وجہ سے یہ کائنات رواں دواں ہوتی ہے، تیرے علاوہ کسی نباتات، حیوانات اور جمادات میں سے کسی کے اندر ایسی قوت نہیں ہے۔اس لیے تو اس قوت کو بروئے کار لاکر عظیم کام انجام دے سکتا ہے۔اے انسان صرف تیرے اندر ہی عقل وشعور جیسی انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت موجود رکھی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے تیرے اندر سوز دروں یعنی عشق کی دولت عطا کی ہے۔اس لیے تو اپنی عقل وشعور اور سوز دروں جیسی عظیم نعمتوں کا استعمال کر کیا اس دنیا میں بے مثال اور لافانی کام انجام دے سکتا ہے۔اس لیے تو وہ کام انجام دے جس سے دنیا مستفید ہو یعنی سائنس، فلسفہ اور فنون کو عام کرتا کہ ساری دنیا بلا امتیاز فائدہ حاصل کرے۔کیونکہ عقل چراغ کی مانند ہوتی ہے اور راستے میں رکھے ہوئے چراغ سے ہر کوئی مستفید ہوتا ہے۔

جس طرح ان اشعار میں انسان کے مرتبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

ای لالہ صحرائی تنہا نتوانی سوخت — این داغ جگرتابہ برسینہ آدم زن

تو سوز درون اوتو غرمی خون او — باور نکنی چاکے در پیکر عالم زن

عقل است چراغ تو در رہگزرے نہ — عشق از ایاغ تو با بندہ محرم زن

یعنی اس دنیا میں جو کچھ بھی جنبش وحرکت آتی ہے یہ سب تیرے سوز دروں کی وجہ ہے اور ایک جگہ انسان اور فرشتہ کے مابین تفاوت کو بیان کرتے ہیں کہ انسان فطرت اور قوانین کا پابند ہے۔یعنی زمان ومکان کی قید میں گرفتار ہے اور فرشتہ ان تمام قیود سے پاک ہے لیکن انسان پھر بھی اس قید و بند کی زندگی کے باوجود فرشتوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، آخر انسان میں ایسی کون سی صفت پوشیدہ ہے۔علامہ اقبال اس کی منظر کشی یوں کرتے ہیں

فرشتہ گرچہ بروں از طلسم افلاک است — نگاہ او بتماشاے این کف خاک است

گمان مبر کہ یک شیوہ عشق می بازند — قبا بدوش گل ولالہ ے جنون چاک است

حدیث شوق ادامی تواں بخلوت دوست — بنالہ کہ آزلائش نفس پاک است

بنالہ کہ زآلائش نفس پاک است — تو گرفت زچشم ستارہ مردم را

تو گرفت زچشم ستارہ مردم را — خرد بدست تو شاہین تند وچالاک است

پیام مشرق: علامہ اقبال نے پیام مشرق مغربی مفکر کی تصنیف ''مغربی دیوان'' کے جواب میں لکھی تھی۔اس کتاب کی تصنیف کا مقصد اور مدعا ان اخلاقی اور مذہبی حقائق کو پیش کرنا ہے۔جن کا تعلق افراد اور قوم کی باطنی تربیت ہے۔اقبالؒ لکھتے ہیں یورپ میں چار سال تک کوئی قوم یا افراد اپنے اندر انقلاب پیدا نہیں کرے گا یعنی جب تک اپنے ضمیر کی گہرائیوں میں تبدیلی یا انقلاب پیدا نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی اس قوم کی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی یا انقلاب پیدا نہیں کرتا۔علامہ پیام مشرق میں ایک نظم جس کا عنوان ''اگر خواہی حیات اندر خطر زی'' ہے جس میں دو ہرنوں کی آپس میں گفتگو کو اقبال پیش کرتے ہیں۔ایک ہرن نے دوسرے ہرن سے بیان کیا کہ مجھے کعبۃ اللہ جانا ہے کیونکہ وہاں کوئی شخص کسی کو قتل نہیں کرتا یہاں صحرا میں زندگی دشوار ہے۔ہر وقت شکاری ہماری گھات میں لگے رہتے ہیں۔میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی طرح مجھے اس فتنہ صیاد سے

امان مل سکے۔اس کے ساتھی نے جواب دیا اگرتو دنیا میں زندہ رہنے کا آرزومند ہے تو خطروں میں،مصیبتوں میں اور آفتوں میں زندگی بسر کر کیونکہ زندگی کا لطف مشکلات کا مقابلہ کرنے میں ہے۔مشکلات اور خطرات کا مقابلہ کرنے سے خودی میں وہی تیزی پیدا ہوتی ہے۔جو تلوار کو سان پر چڑھانے سے اس کی دھار میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔اس طرح جب تک انسان مشکلات کا مقابلہ نہ کرے اس وقت تک اسے عزت وشہرت حاصل نہیں ہوسکتی،اس نظم سے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

رفیقش گفت ای یار خردمند | اگر خواہی حیات اندر خطر زی
دمادم خویشتن را بر فسان زن | ز تیغ پاک گوہر تیز تر زی
وتوان را امتحان است | ممکنات جسم وجان است

جو شخص آرام اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتا ہے وہ کبھی کسی مہم کو سر نہیں کرسکتا اور نہ میدان جنگ میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے،یعنی جس قوم میں تن پروری اور راحت طلبی پیدا ہوگئی تو وہ قوم مغلوب ہوکر رفتہ رفتہ دنیا سے مٹ گئی۔اپنی قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ہر طرز سے کوشاں نظر آتے ہیں اور قوم کو اسلامی زندگی کے ساتھ اس کائنات میں ایک عظیم مفکر اور مصلح کی طرح زندگی گزارنے کی ترغیب دیتے ہیں اور راحت وعیش طلبی کو ترک کرنے اور اپنے منصب کو پانے کی طرف راغب کرتے ہیں۔علامہ اقبال اس موضوع کی مناسبت سے یوں لکھتے ہیں۔

میارا کہ بزم بر ساحل کہ آنجا | نوای زندگانی نرم خیز است
بہ دریا غلت و با موجش در آویز | حیات جاودان اندر ستیز است

علامہ اقبالؒ اسی کتاب میں ایک اور جگہ اہل مغرب پر تنقید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں،ایک نظم ''حکمت فرھنگ'' کے نام سے تحریر کرتے ہیں جس میں اہل مغرب کو ظالم اور سفاک کہتے ہیں کیونکہ وہ اسلحہ اور آلات کو استعمال کرکے نہائت سرعت کے ساتھ عوام کو ہلاک کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ روح قبض کرنے والے فرشتے (عزرائیلؑ) سے بھی تیزی کے ساتھ ہلاک کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ ملک الموت کو عرصہ دراز سے اپنے کام پر فائز ہونے کے باوجود اس کو جان نکالنے میں دیر لگتی ہے یعنی بعض اوقات ایک آدمی کی جان نکالنے میں کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔اس لیے کچھ دنوں کے لیے

یورپ بھیج دیا جائے تا کہ وہ اہل یورپ سے سرعت کے ساتھ جان نکالنے کا ہنر سیکھ لے۔

مثنوی پس چہ باید کرد: یہ کتاب بھی علامہ کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو ۱۹۳۶ عیسوی میں ان تمام موضوعات کے علاوہ علامہ اقبالؒ دین اور سیاست کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔اس مثنوی سے ایک نظم سے کچھ اشعار جو سیاست اور مذہب کے بارے میں لکھے ہیں ان کا خلاصہ و مفہوم کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت جتنی بھی مصاہب دنیا پر رونما ہیں یہ سب اہل یورپ کی ایجاد کردہ ہیں، کیونکہ انہوں نے سیکولرازم کے نام سیامور ریاست میں دین سے لاتعلق ہونے کی ایک سازش قرار دیا ہے یعنی سیاست کو مذہب سے الگ کرنے کی کوشش کی ہے۔یہی سیکولرازم انسان کی تمام مشکلات کا سبب بنا۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں،

یورپ از شمشیر خود بسمل افتاد　　　　زیر گردوں رسم لادینی نہاد

اس کے بعد علامہؒ 'احوال حبش' سے عبرت حاصل کرنے اور رنگ و نسل کے امتیازات سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اہل حق را زندگی از قوت است　　　　قوت ہر ملت از جمعیت است

اسی نظم میں علامہ احساس کمتری کو دل سے نکالنے کی تاکید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اور ایشیا یعنی مشرق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ قدیم زمانے سے ہی علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے اور اس کی تعریف کرتے ہیں کہ مشرق کی سرزمین مغرب کی سرزمین سے کئی درجہ بہتر ہے نمونے کے طور پر دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

سوز و ساز و درد و داغ از آسیا است　　　　ہم شراب و ہم ایاغ از آسیا است

عشق را ما دلبری آموختیم　　　　شیوہ آدم گری آموختیم

ہم ہنر ہم دیں ز خاک خاور است　　　　رشک گردون خاک پاک خاور است

اس طرح علامہؒ نے اپنی تصنیف میں سیاست، مذہب، سماج اور دیگر پند و نصائح کی ہیں کہ اہل یورپ کو پیغام حق سناو اور یورپ کی کسی سیاسی جماعت پر اعتماد مت کرو، رنگ و نسل کے امتیازات ختم کرو اور جمعیت اقوام مشرق قائم کرو۔

جاوید نامہ: جاوید نامہ علامہ اقبالؒ کی فارسی شاعری کی وہ کتاب ہے جو انھوں نے مثنوی کی شکل میں لکھی جس میں تقریباً ۲۰۰۰ ا شعار ہیں، ۱۹۳۲عیسوی میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب علامہ کا خیالی سفرنامہ ہے، جس میں ان کے روحانی پیرو مرشد مولانا جلال الدین رومیؒ انھیں مختلف سیاروں کی سیر کرواتے ہیں۔ جہاں علامہ اقبالؒ تاریخ کی کئی نامور ہستیوں کی ارواح سے ملاقات کرتے ہیں اور اس مثنوی میں قسم قسم کے علمی وفکری، دینی وسیاسی اور اجتماعی حقائق کو پیش کیا گیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے جاوید نامہ کے بارے میں لکھا۔

آنچہ گفتم ازجھانے دیگراست — این کتاب از آسمانے دیگراست

اس کتاب میں ایک تخیلاتی سفر کا جو مولانا روم کی روح اور شاعر کی روح کا سفر ہے اور اس روحانی سفر کے واقعات کا ذکر کیا ہے جس وقت علامہ اقبال مولانا روم کی مثنوی کا مطالعہ کر رہے تھے تو ان پر کیفیت طاری ہوئی جس میں مولانا روم کی روح حاضر ہوئی اس طرح مولانا رومؒ کی روح نے علامہ کی روح کی رہبری کرتے ہوئے سات ستاروں (سات فلک) اور جنت کی سیر کرائی۔ اور آخر میں خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں جہاں مولانا کی روح انہیں تنہا چھوڑ دیتی ہے کہ خدا کے حضور میں تنہا پیش ہونا، یہاں شاعر خدا کی صفات و جمال سے بعض سوالات پوچھتا ہے۔ اس کتاب میں اپنے بیٹے جاوید کو مخاطب کر کے قوم کو خطاب کرتے ہیں۔ یہ کتاب علامہ اقبالؒ مغربی مفکر ڈانٹے کی کتاب ''ڈیوائن کامیڈی'' کی طرز پر لکھی ہے جو معراج نبیؐ کے موضوع پر تھی۔ اس کتاب کی تحریر کا زمانہ نہائت ہی ظلم واستبداد کا زمانہ تھا جب عوام پہلی عظیم جنگ میں اہل یورپ کے ہاتھوں قتل ہو رہی تھی۔ مذہب اور اخلاق کو درگور کر کے ان کی جگہ یورپی سیاست یعنی اسلام مخالف سیاست ان کی جگہ لے رہی تھی اور ملک کا سیاسی نظام غیر منظّم ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں بھی ہندو مسلم فسادات رونما ہو رہے تھے۔ اس وقت علامہ اقبالؒ ملک کے پریشان کن حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور انسان کو اس کے حقیقی مقاصد اور مقام سے آشنا کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ہندوستانی قوم جو انگریزوں کی غلام بنی ہوئی تھی تو ان کو یہ درس دیا کہ اگر تم آزاد ہونا چاہتے ہو تو اپنے مقام سے آگاہ ہو کر عقل کی بجائے عشق کی پیروی کرو تا کہ فلاح حاصل کر سکو۔

° جاوید نامہ کے آخر میں ایک نظم جس کا عنوان ''سخنے بنژادنو'' ہے جس میں علامہ نے

اپنے بیٹے جاوید اقبال کو مخاطب کر کے نوجوانوں کو پیغام دیا ہے، لکھتے ہیں۔

ای آدمیت احترام آدمی — باخبر شو از مقام آدمی

آدمی از ربط و ضبط تن — بر طریق دوستی گامے بزن

بندہ عشق از خدا گیرد طریق — می شود بر کافر و مومن شفیق

کفر و دیں را گیر در پہنائے دل — دل اگر بگریزد از دل، وای دل

گرچہ دل زندانی آب و گل است — این همہ آفاق آفاق دل است

ایک دوسری جگہ علامہ نوجوانوں سے مخاطب ہیں کہ اس جہان میں اپنے دل میں درد کے سوا کچھ خواہش نہ کر کیونکہ یہ درد ایک عشق ہے جس کی بدولت انسان ترقی کرتا ہے اور اس جہان میں سوز دروں کے ذریعے اس کائنات میں حکمرانی کر سکتا ہے اور اپنے مالک حقیقی کے علاوہ کسی کے آگے اپنی جھولی مت پھیلا، اخلاص کا شیوہ قائم رکھ اور دنیا دار بادشاہوں اور امیروں سے اپنے آپ کو دور رکھ اور ایک دوسرے کے ساتھ اخوت و محبت کا طریقہ اختیار کر تا کہ یکجہتی سے ترقی پا سکے، کافر و مومن سب خدا کی مخلوق ہیں، اپنے شعر میں یوں لکھتے ہیں،

درجھان خبر جز درد دل سامان مخواہ — نعمت از حق خواہ و از سلطان مخواہ

منکر حق نزد ملا کافر است — منکر خود نزد من کافر است

شیوہ اخلاص را محکم بگیر — پاک شو از خوف سلطان و امیر

زندگی جز لذت پرواز نیست — آشیاں با فطرت او ساز نیست

حرف بد بر لب آوردن خطا است — کافر و مومن ہمہ خلق خدا است

رموز بیخودی: یہ مثنوی ۱۹۱۸عیسوی میں شائع ہوئی، اس مثنوی میں علامہؒ نے اسلام کے دستور العمل کی وضاحت کی، اس میں اسلام کے بنیادی افکار، اصول اور ارکان وضاحت سے بیان کیے ہیں اسلامی طرز کے اپنانے کو ضابطہ حیات قرار دیا ہے۔ یہ کتاب بھی علامہ نے فلسفہ خودی پر تحریر کی ہے۔ نمونے کے طور پر چند مصرعے جو علامہ اقبالؒ نے دین اسلام کے آئین اور شریعت کی اتباع کے ضمن میں تحریر کیے ہیں کہ انسان کے خوبصورت کردار دین اسلام کی اتباع پر موقوف ہیں

ہست دین مصطفےٰ دین حیات — شرع او تفسیر آئین حیات

گر زمینی آسمان سازد ترا آنچہ حق می خواند آں سازد ترا

صیقلش آئینہ سازد سنگ را از دل آہن ربایدزنگ را

اس کے بعد علامہ مسلمان عورتوں سے خطاب کرتے ہیں اور اسوہ فاطمہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور خطاب کرتے ہیں کہ تیری چادر قوم کی عزت کی محافظ ہےیعنی ایک پاک سیرت عورت اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر کے اشرف المخلوقات ہونے کے دعوے کو حقیقت ثابت کرتی ہے جس سے دین کو استحکام ملتا ہے، کیونکہ تیری پاکیزہ گود سے دین اسلام کے محافظ پیدا ہوتے ہیں، اس طرح علامہ نے مسلمان عورتوں کو اسلام کی محافظ، اور اسلام کی محبت کا آئین قرار دیا ہے

اے روایت پردہ ناموس ما تاب تو سرمایہ فانوس ما

طینت پاک تو ماار رحمت است قوت دین واساس ملت است

کودک ما چوں لب از شیر تو شست لا الہ آموختی اورا نخست

ہوشیار از دستبرد روزگار گیر فرزندان خود در کنار

ایں چمن زاداں کہ پر نکشادہ اند آشیان خویشتن ورافتادہ است

فطرت تو جذبہ ہادارد بلند چشم ہوش از اسوہ زہرا مبند

تاحسینیہ شاخ تو بار آورد موسم پیشیں بگلزار آورد

ارمغان حجاز: علامہ کی یہ کتاب اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی گئی ہے۔جس میں علامہ نے مختلف موضوعات پر بحث کی ہے۔اختصار کے لیے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔

علامہ اقبال بارگاہ حضور سرور کائنات میں اس طرح لکھتے ہیں کہ جو میرے اندر سوز و گداز، تب وتاب اور یہ حرکت سب آپ محبت اور جدائی کے غم سے ہند کی سرزمین پر دیوانہ وار روتا ہے، یہاں اس موضوع کی مناسبت سے علامہؒ کی ایک رباعی پیش کرتا ہوں۔

تب وتاب دل من از سوز غم تست نوائے من زتا ثیر دم تست

بنالم زانکہ اندر کشور ہند ندیدم بندہ کو محرم تست

مسلمانوں کے مرتبہ ومقام کو اس طرح بیان کرتے ہیں

مسلمان گرچہ بے خیل وسپاہے است ضمیر او ضمیر پادشاہے است

اگراورامقامش بازبخشد جمال اوجلال بے پناہےاست

اسطرح علامہ اقبال نے اپنی تصانیف میں مختلف موضوعات اورمسائل پیش کیے ہیں جن میں فلسفہ خودی کو دوام بخشا ہے ان کے کلام میں عشق حقیقی موجزن ہے، سیاست، جہاد، سماجی بیداری، ملکی اقتصادیات، نوجوانوں میں خوداعتمادی، انسانیت اوراخوت اورخاص کرمسلمانوں کوترقی کی راہ پرگامزن کرنے کے لیے کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔اور جا بجا مختلف اور نئے عنوانات کے ساتھ قوم وملت، نوجوانوں اورعورتوں کوخطاب کیا ہے تاکہ وہ اسلامی زندگی گزارتے ہوئے اس جہان میں حکومت کریں اورعورتوں سے خطاب کرتے ہیں کہ تم اسلام کی آبروہواس لیے بچوں کی تربیت اسلامی طرز پرکرنی چاہے۔علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعارکوذریعہ بلاغت بناکرقوم کو بیدارکرنے کی جدوجہدکی ہے۔اقبالؒ ایک انقلابی شاعرتھے جنھوں نے اپنی خفتہ اورمردہ دل قوم کے اندرتحریک پیداکرکے انہیں اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔

☆☆☆

کتابیات:

ا۔مثنوی پس چہ باید کرد،محمداقبال،شارح یوسف سلیم اعتقادپبلشنگ ہاوس۱۶۵۱کوتانہ اسٹریٹ سوئیولان،نئی دہلی

۲۔ پیام مشرق،محمداقبال،شارح یوسف سلیم،اعتقادپبلشنگ ہاوس۱۶۵۱کوتانہ اسٹریٹ سوئیولان،نئی دہلی ۳۔

اسرارخودی،محمداقبال،شارح یوسف سلیم،اقبال اکیڈمی ظفرمنزل،تاج پورہ لاہور

۴۔رموزبیخودی،محمداقبال،شارح یوسف سلیم،اعتقادپبلشنگ ہاوس۱۹۱۴گلی کوتانہ سوئیولان دہلی

۵۔زبورعجم،محمداقبال،شارح یوسف سلیم،اعتقادپبلشنگ ہاوس۱۵۶۱کوتانہ اسٹریٹ سوئیولان،نئی دہلی

۶۔جاویدنامہ،محمداقبال،شارح یوسف سلیم،عشرت پبلشنگ ہاوس،ہسپتال روڈ،انارکلی،لاہور

۷۔ارمغان حجاز،محمداقبال،عشرت پبلشنگ ہاوس،،ہسپتال روڈ،انارکلی،لاہور

۸۔سیرت اقبال،محمدطاہرفاروقی،اریب پبلیکیشنز،۱۵۴۲پٹودی ہاوس،دریا گنج،نئی دہلی،۲۰۲۱

۹۔اقبال شخصیت۔افکاروتصورات،مطالعہ کانیاتناظر،سلیم اختر،۱۵۴۲پٹودی ہاوس،دریا گنج،نئی دہلی،۲۰۲۱

۱۰۔اقبال مسلم فکرکاارتقا(فلسفہ)،عطیہ سید،۲۴۵۱پٹودی ہاوس،دریا گنج،نئی دہلی۔

۱۱۔زندہ رود، جاوید اقبال (علامہ اقبال کی مکمل کی سوانح حیات)، علمی اکیڈمی ۱۴۲۲، کوچہ چیلاں نئی دہلی

۱۲۔اقبال کامل، عبدالسلام ندوی، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۹

۱۳۔اقبال کا نظریہ خودی، عبدالغنی، مکتبہ جامع لمیٹیڈ، جامع نگر نئی دہلی، ۲۰۰۱۱

۱۴۔اقبال کا فن، گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی گلی عزیزالدین وکیل، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی ۶

۱۵۔شذرات فکر اقبال، جاوید اقبال، مترجم افتخار احمد صدیقی، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور۔

۱۶۔اقبال شناسی، منظور احمد، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ، لاہور۔

۱۷۔تصانیف اقبال کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ، رفیع الدین ہاشمی، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۱۶ میکلورڈ روڈ لاہور، ۱۹۸۲

۱۸۔خطبات اقبال۔ایک جائزہ، محمد شریف بقا، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۱۶ میکلورڈ روڈ لاہور

۱۹۔خطبات اقبال پر ایک نظر، سعید احمد اکبرآبادی، اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی، سرینگر۔

۲۰۔روح اسلام۔اقبال کی نظر میں، محمد ولی الدین، نیشنل بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد۔۱۹۷۳

۲۱۔دانش، شمارہ سی و ہفتم ۲۰۱۹ میلادی، گروہ فارسی دانشکدہ ادبیات وعلوم انسانی دانش گاہ کشمیر

۲۲۔دانش،، شمارہ سی وچہارم ۲۰۱۷ میلادی، گروہ فارسی دانشکدہ ادبیات وعلوم انسانی دانش گاہ کشمیر